

ایمانیات

(۱۵)

(گزشتہ سے پیوستہ)

نبی کی ریاضت

نبی جس ذمہ داری کو پورا کرنے کے لیے مبعوث کیے جاتے ہیں، اس کے لحاظ سے عبادت و ریاضت میں بعض اوقات ان سے زیادہ اہتمام کا تقاضا کیا جاتا ہے۔ اس سے مقصود جمعیت خاطر بھی ہوتی ہے۔ تبتل الی اللہ کے ذریعے سے قلب و نظر کی تطہیر بھی اور علم و عمل میں استقامت بھی۔ موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قرآن کا بیان ہے کہ انھیں جب تورات کی الواح دینے کا فیصلہ کیا گیا تو اس سے پہلے وہ اس بارِ عظیم کو اٹھانے کے لیے ذہنی اور قلبی تیاریوں کی غرض سے چالیس دن تک جبل طور پر معتکف رہے۔^۱ سیدنا یحییٰ اور سیدنا مسیح نے رہبانیت کی حد تک زہد و تجرد اختیار کیے رکھا، اس لیے کہ زندگی کا ایک ایک لمحہ وہ اس قوم پر اتمام حجت کی جدوجہد میں صرف کرنا چاہتے تھے، جس کا فیصلہ ہونے والا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسی مقصد سے ہر سال اعتکاف کرتے اور وقتاً فوقتاً روزے رکھتے تھے۔ آپ کو انداز عام کا حکم دیا گیا تو پانچ نمازوں کے ساتھ مزید ایک نماز آپ پر فرض کر دی گئی۔ اس کے لیے تہجد کا وقت مقرر کیا گیا اور آپ کو ہدایت کی گئی کہ آدھی سے کچھ کم یا زیادہ رات تک اس میں قرآن کی تلاوت کریں۔ سورہ بنی اسرائیل میں اس کا حکم آپ کے لیے وَمِنْ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ^۲ (اور رات میں تہجد کا اہتمام کرو،

یہ تمہارے لیے مزید برآں ہے) کے الفاظ میں بیان ہوا ہے۔ اسی طرح منزل میں فرمایا ہے:

يَا أَيُّهَا الْمَزْمَلُ، قُمْ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا، نِصْفَهُ
 أَوْ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا، أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ
 الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا، إِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا
 ثَقِيلًا، إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً
 وَأَقْوَمُ قِيلًا، إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا
 طَوِيلًا، وَادْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ
 تَبَتُّلًا. (۸-۱: ۷۳)

”اے اوڑھ لپیٹ کر بیٹھنے والے، رات کو کھڑے رہو،
 مگر تھوڑا۔ آدھی رات یا اس سے کچھ کم کر لو یا اس پر
 کچھ بڑھا دو، اور (اپنی اس نماز میں) قرآن کو ٹھہر ٹھہر
 کر پڑھو۔ اس لیے کہ عنقریب ایک بھاری بات کا
 بوجھ ہم تم پر ڈال دیں گے۔ اس میں شبہ نہیں کہ یہ رات
 کا اٹھنا دل کی جمعیت اور بات کی درستی کے لیے بہت
 موزوں ہے۔ اس لیے کہ دن میں تو (اس کام کی وجہ سے)
 تمہیں بہت مصروفیت رہے گی۔ (لہذا اس وقت پڑھو)
 اور اپنے رب کے نام کا ذکر کرو، اور (رات کی اس تنہائی
 میں) سب سے ٹوٹ کر اُسی کے ہور ہو۔“

نبی کی فضیلت

نبی کو ایک عمومی فضیلت تمام انسانوں پر حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ انبیاء علیہم السلام کا ذکر کرنے کے بعد ایک جگہ
 فرمایا ہے: ”وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ“ (اور ان میں سے ہر ایک کو ہم نے دنیا والوں پر فضیلت دی تھی)۔ لیکن
 قرآن کا بیان ہے کہ اس کے ساتھ ایک خصوصی فضیلت ان میں سے بالخصوص رسولوں کو کسی نہ کسی پہلو سے ایک
 دوسرے پر بھی حاصل ہوتی ہے اور اس کے اعتبار سے وہ دوسروں پر ممتاز ہوتے ہیں۔ ارشاد فرمایا ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ،
 مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللَّهُ، وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ
 دَرَجَاتٍ، وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ،
 وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ. (البقرہ ۲: ۲۵۳)

”یہ جو رسول ہیں، ہم نے ان میں سے ایک کو
 دوسرے پر فضیلت دی، اس طرح کہ ان میں سے کسی
 سے اللہ خود ہم کلام ہوا اور کسی کے درجے اس نے
 (بعض دوسری حیثیتوں سے) بلند کیے اور (آخر
 میں) مریم کے بیٹے عیسیٰ کو نہایت واضح نشانیاں دیں
 اور روح القدس سے اس کی تائید کی۔“

۶۸ بنی اسرائیل ۱۷: ۷۹۔

۶۹ الانعام ۶: ۸۶۔

اس سے واضح ہے کہ موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا۔ یہ ان کی فضیلت کا خاص پہلو ہے۔ مسیح علیہ السلام کو کھلے کھلے معجزات دیے اور روح القدس سے ان کی تائید فرمائی۔ یہ ان کے مخصوصات میں سے ہے۔ دوسرے پیغمبروں کے درجات و مراتب کو بھی اسی پر قیاس کیا جاسکتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متعلق فرمایا ہے:

فضلت علی الانبیاء بست: اعطیت

”مجھے چھ باتوں میں نبیوں پر فضیلت دی گئی ہے:

جوامع الکلم، ونصرت بالرعب، (۱) مجھے جامع اور مختصر بات کہنے کی صلاحیت دی گئی۔

واحلت لی الغنائم، و جعلت لی (۲) مجھے رعب کے ذریعے سے نصرت بخشی گئی۔

الارض طهورا و مسجداً، وارسلت (۳) میرے لیے مال غنیمت حلال کیا گیا۔ (۴) میرے

لیے زمین کو مسجد بنایا گیا اور پاکیزگی حاصل کرنے کا

ذریعہ بھی ہے۔ (۵) مجھے تمام دنیا کے لیے پیغمبر بنا کر بھیجا

گیا۔ (۶) میرے اوپر نبوت ختم کر دی گئی۔“

انبیاء و رسل کی فضیلت کے باب میں صحیح رویہ یہی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض موقعوں پر لوگوں کو اس

معاملے میں متنبہ بھی فرمایا ہے۔ ایک مرتبہ ایک صحابی نے آپ کو یأخیر البریة (اے بہترین خلایق) کہہ کر خطاب

کیا۔ آپ نے فرمایا: وہ تو ابراہیم علیہ السلام تھے۔ ایک موقع پر پوچھا گیا کہ لوگوں میں سب سے معزز کون ہے؟

فرمایا: یوسف پیغمبر بن پیغمبر بن ابراہیم خلیل اللہ۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ کسی مسلمان نے اپنی قسم میں نبی صلی

اللہ علیہ وسلم کی دنیا والوں پر فضیلت کا ذکر کیا تو ایک یہودی نے جواب میں کہا: اس ذات کی قسم، جس نے موسیٰ کو دنیا

والوں پر فضیلت دی ہے۔ مسلمان نے یہ سنا تو اسے غصہ آ گیا اور اس نے یہودی کو ایک تھپڑ کھینچ مارا۔ یہودی نے حضور

کی خدمت میں جا کر شکایت کی تو آپ نے فرمایا: مجھے موسیٰ پر فضیلت نہ دو۔ قیامت کے دن میں ہوش میں آؤں گا

تو وہ عرش کا کونا پکڑے ہوئے ہوں گے۔ شاید بے ہوش نہیں ہوں گے، یا مجھ سے پہلے ہوش میں آ جائیں گے۔

یہ تعلیم اس قدر واضح ہے، لیکن انبیاء علیہم السلام کی امتوں نے بالعموم اسے قبول نہیں کیا، بلکہ اس کی جگہ ایک بالکل

۰۔ مطلب یہ ہے کہ میری شریعت میں نماز صرف مخصوص عبادت گاہوں ہی میں نہیں، بلکہ روئے زمین پر ہر جگہ پڑھی جاسکتی

ہے اور پانی نہ ملے تو تیمم کر کے وضو اور غسل، دونوں کی ضرورت بھی پوری کی جاسکتی ہے۔

۱۔ مسلم، رقم ۲۳۶۹۔

۲۔ بخاری، رقم ۳۳۸۳۔

۳۔ بخاری، رقم ۳۴۰۸۔

غلط رویہ اختیار کر لیا جس کی وجہ سے ان کے درمیان تعصبات کی دیواریں کھڑی ہو گئیں اور وہ ایک دوسرے کے دشمن ہو کر باہم جنگ و جدل میں مبتلا ہوئے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

”... ان انبیاء کی امتوں نے جو روش اختیار کی، وہ یہ ہے کہ ان میں سے جس نے جس نبی و رسول کو مانا، سارے فضائل و خصوصیات کا جامع تنہا اسی کو بنا کر رکھ دیا اور دوسرے کسی نبی و رسول کے لیے کسی فضیلت کا تسلیم کرنا ان کے نزدیک ایمان کے منافی قرار پا گیا۔ اس تعصب و تنگ نظری کا نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ امتوں میں سے ہر امت اپنے اپنے خول میں بند ہو کر رہ گئی اور اس کے لیے دوسرے نبیوں اور رسولوں کی برکات سے فائدہ اٹھانے کی راہ مسدود ہو گئی۔ اگر وہ صحیح روش اختیار کرتیں تو ہر رسول ان کا رسول اور ہر ہدایت ان کی ہدایت ہوتی اور وہ اس ہدایت میں سے بھی حصہ پاتیں جو اب قرآن مجید کی صورت میں آخری ہدایت کی حیثیت سے دنیا کے سامنے ظاہر ہوئی ہے۔ اسی حقیقت کی طرف سورہ بنی اسرائیل میں بھی اشارہ فرمایا ہے: وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلَىٰ بَعْضٍ، وَآتَيْنَا دَاوُدَ زَبُورًا^{۴۴} (اور ہم نے انبیاء میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور ہم نے داؤد کو زبور عنایت کی)۔“ (تدبر قرآن ۱/۵۸۳)

نبی کی اطاعت

نبی کو نبی مان لینے کا لازمی نتیجہ ہے کہ خدا کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بات اپنی کتاب میں خود واضح فرمادی ہے کہ نبی صرف عقیدت ہی کا مرکز نہیں، بلکہ اطاعت کا مرکز بھی ہوتا ہے۔ وہ اس لیے نہیں آتا کہ لوگ اس کو نبی اور رسول مان کر فارغ ہو جائیں۔ اس کی حیثیت صرف ایک واعظ و ناصح کی نہیں، بلکہ ایک واجب الاطاعت ہادی کی ہوتی ہے۔ اس کی بعثت کا مقصد ہی یہ ہوتا ہے کہ زندگی کے تمام معاملات میں جو ہدایت وہ دے، اس کی بے چون و چرا تعمیل کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ. (النساء: ۶۴)

”اور ہم نے جو رسول بھی بھیجا ہے، اسی لیے بھیجا ہے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔“

اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ براہ راست معاملہ نہیں کرتا۔ وہ اپنی ہدایت نبیوں اور رسولوں کی وساطت سے دیتا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ اصلی مقصد تو خدا کی اطاعت ہے، مگر اس کا طریقہ ہی یہ ہے کہ اس کے نبیوں کی اطاعت کی جائے۔ مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ، فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ^{۴۵} (جو رسول کی اطاعت کرتا ہے، اس نے

^{۴۴} ۵۵:۱۷۔

^{۴۵} النساء: ۸۰۔

درحقیقت خدا کی اطاعت کی ہے) اور اس مضمون کی دوسری آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہی حقیقت بیان فرمائی ہے۔
پھر اس کی یہ آخری حد بھی واضح کر دی ہے کہ اپنے درمیان پیدا ہونے والی نزاعات تک میں نبی کے فیصلے کو بے چون و چرا
اور پورے اطمینان قلب کے ساتھ ماننا ضروری ہے۔ ارشاد فرمایا ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ، لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ
فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ، ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيْ
أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ، وَيُسَلِّمُوا
تَسْلِيمًا. (النساء: ۶۵)

”تیرے پروردگار کی قسم، یہ لوگ مومن نہیں ہو سکتے،
جب تک اپنے اختلافات میں تمھی کو حکم نہ مانیں اور جو
فیصلہ تم کر دو، اپنے دلوں میں تنگی محسوس کیے بغیر اس
کے آگے اپنے سر نہ جھکا دیں۔“

استاذ امام لکھتے ہیں:

”... اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم کھا کر فرمایا کہ یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے، جب تک یہ اپنے
درمیان پیدا ہونے والی تمام نزاعات میں تمھی کو حکم نہ مانیں اور پھر ساتھ ہی ان کے اندر یہ ذہنی تبدیلی نہ واقع ہو
جائے کہ وہ تمھارے فیصلے کو بے چون و چرا پورے اطمینان قلب کے ساتھ مانیں اور اپنے آپ کو بلا کسی استثناء و تحفظ
کے تمھارے حوالے کر دیں۔ رسول کی اطاعت خود خدا کی اطاعت کے ہم معنی ہے، اس وجہ سے اس کا حق صرف
ظاہری اطاعت سے ادا نہیں ہوتا، بلکہ اس کے لیے دل کی اطاعت بھی شرط ہے۔“ (تذبرقر آن ۳۲۹/۲)

لہذا یہ اطاعت کوئی رسمی چیز نہیں ہے۔ قرآن کا مطالبہ ہے کہ یہ اتباع کے جذبے سے اور پورے اخلاص، پوری
محبت اور انتہائی عقیدت و احترام سے ہونی چاہیے۔ انسان کو خدا کی محبت اسی اطاعت اور اسی اتباع سے حاصل ہوتی ہے:
قُلْ: اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ،
يُحِبِّكُمْ اللّٰهُ، وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ،
وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ. (آل عمران: ۳۱)

”ان سے کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو
میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھارے
گناہوں کو بخش دے گا اور (یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ)
اللہ بخشنے والا ہے، اس کی شفقت ابدی ہے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حقیقت خود بھی مختلف طریقوں سے واضح فرمائی ہے۔ ایک روایت میں آپ کا
یہ ارشاد نقل ہوا ہے کہ کسی شخص کا ایمان اس وقت تک متحقق نہیں ہو سکتا، جب تک وہ مجھے اپنے باپ بیٹوں اور دوسرے
تمام لوگوں سے عزیز تر نہ رکھے۔

سورہ حجرات میں مدینہ کے گرد و نواح سے آنے والے بدوی قبائل کے لوگوں کو خطاب کر کے بارگاہ رسالت

کے جو آداب بتائے گئے ہیں، وہ نبی کے اس مرتبے کو ہر لحاظ سے واضح کر دیتے ہیں۔ ارشاد ہوا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا، لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ
اللَّهِ وَرَسُولِهِ، وَاتَّقُوا اللَّهَ، إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ
عَلِيمٌ، يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا، لَا تَرْفَعُوا
أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ، وَلَا
تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ
لِبَعْضٍ، أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ، وَأَنْتُمْ لَا
تَشْعُرُونَ، إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ
عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ، أُولَئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ
اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَى، لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ
عَظِيمٌ. (۳۹:۱-۳)

”ایمان والو، اللہ اور اس کے رسول کے سامنے اپنی
رائے کو مقدم نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ یقیناً
اللہ سمیع و علیم ہے۔ ایمان والو، اپنی آواز نبی کی آواز
سے بلند نہ کرو اور نہ نبی کو اونچی آواز سے پکارو، جس
طرح تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ
تمہارے اعمال اکارت ہو جائیں اور تمہیں خبر بھی نہ
ہو۔ (یاد رکھو کہ) جو لوگ نبی کے سامنے اپنی
آوازیں پست رکھتے ہیں، وہی ہیں جن کے دلوں کو
اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کی افزائش کے لیے منتخب کیا
ہے ان کے لیے مغفرت بھی ہے اور اجر عظیم بھی۔“

استاذ امام لکھتے ہیں:

”یہ اس صحیح ادب کی تعلیم ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملے میں ہر صاحب ایمان کو اختیار کرنا لازم
ہے۔ فرمایا کہ جو لوگ اللہ کے رسول کے آگے اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں، درحقیقت وہی لوگ ہیں جن کے دلوں
کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کی افزائش کے لیے منتخب فرمایا ہے۔ لفظ ’امتحن‘ یہاں ’اصطفیٰ‘ یا اس کے ہم معنی کسی لفظ
پر متضمن ہے جس سے یہ بات نکلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہر دل تقویٰ کی تخم ریزی اور اس کی افزائش کے لیے
موزوں نہیں ہوتا، بلکہ اس مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ امتحان کر کے دلوں کا انتخاب کرتا ہے، اور اس انتخاب میں اصل
چیز جو ترجیح دینے والی بنتی ہے، وہ یہ ہے کہ آدمی کے اندر اللہ و رسول کے لیے انقیاد و اطاعت کا سچا جذبہ اور ان کے
آگے فروتنی کا صحیح شعور ہے یا نہیں۔ یہ چیز جس کے اندر جتنی ہی زیادہ ہوتی ہے، اس کو اتنی ہی زیادہ تقویٰ کی نعمت
عطا ہوتی ہے اور جو لوگ جس درجے میں اس شعور سے عاری ہوتے ہیں، وہ اتنے ہی تقویٰ سے بعید ہوتے ہیں۔
آواز بلند کرنے کا ذکر، جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا، انسان کے باطن کے ایک مخبر کی حیثیت سے ہوا ہے۔ جو شخص کسی
کی آواز پر اپنی آواز بلند رکھنے کی کوشش کرتا ہے، اس کا یہ عمل شہادت دیتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس سے اونچا خیال کرتا
ہے۔ یہ چیز اکتساب فیض کی راہ بالکل بند کر دیتی ہے۔ اگر استاد کے آگے کسی شاگرد کا یہ طرز عمل ہو تو وہ اس کے فیض
سے محروم رہتا ہے۔ اسی طرح اگر اللہ کے رسول کے آگے کسی نے یہ روش اختیار کی تو وہ صرف رسول ہی کے فیض
سے نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے بھی محروم ہو جائے گا، اس لیے کہ رسول اللہ تعالیٰ کا نمائندہ ہوتا ہے۔“

(تدبر قرآن ۷/۳۸۹)

نبی کی شفاعت

نبی کا اصلی فریضہ انداز و بشارت ہے، مگر اس کے ساتھ وہ خدا کے حضور میں بندوں کی شفاعت بھی کرتا ہے۔ شفاعت کیا ہے؟ بندہ جب مغفرت چاہتا ہے تو اس کے ساتھ ہو کر یہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی درخواست ہے۔ شفاعت کا اصل مفہوم یہی ہے۔ لہذا بندے کی طرف سے توبہ و استغفار کے بغیر اس کا کوئی تصور نہیں ہے۔ شفاعت کرنے والا استغفار میں فرد ثانی اور مغفرت چاہنے والے کی زبان ہوتا ہے اور دعا و مناجات اور خضوع و تذلل میں اس کا وسیلہ بن جاتا ہے۔ ارشاد فرمایا ہے:

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ: تَعَالَوْا، يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ، لَوَّارُءٌ وَسَهُمٌ، وَرَأَيْتَهُمْ يُصْذَوْنَ، وَهُمْ مُسْتَكْبِرُونَ. (المنافقون ۶۳: ۵)

”اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ، اللہ کا رسول تمہارے لیے مغفرت کی دعا کرے تو سر جھٹکتے ہیں اور تم دیکھتے ہو کہ وہ بڑے غرور کے ساتھ اعراض کرتے ہیں“

اس کا پہلا موقع اس وقت آتا ہے، جب بندہ ایمان لاتا ہے اور نبی اس کے لیے استغفار کرتا ہے۔ دوسرا موقع وہ ہوتا ہے، جب وہ گناہ کر بیٹھتا ہے اور تائب ہو کر خدا سے مغفرت چاہتا ہے۔ زمانہ رسالت کے منافقین کو اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ نصیحت فرمائی ہے کہ وہ اگر اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہیں تو خود بھی مغفرت کی دعا کریں اور پیغمبر سے بھی اس کی درخواست کریں۔ ان کا یہ رجوع خدا کی رحمت کو ان کی طرف متوجہ کرنے کا باعث بنے گا۔ فرمایا ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ، وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ، فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ، وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ، لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا. (النساء ۶۴: ۴)

”اور اگر انہوں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہوتا کہ جب یہ اپنی جان پر ظلم کر بیٹھے تھے تو تمہاری خدمت میں حاضر ہوتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول بھی ان کے لیے معافی چاہتا تو یقیناً اللہ کو توبہ قبول کرنے والا اور مہربان پاتے۔“

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جگہ جگہ بندوں کو توبہ و استغفار کی دعوت دی ہے۔ فرمایا ہے کہ میرے بندو، تم نے اپنی جانوں پر ظلم ڈھایا ہے تو میری رحمت سے مایوس نہ ہو۔ تمہارا پروردگار غفور و رحیم ہے، تم اس کی طرف رجوع کرو گے تو وہ تمہارے تمام گناہوں کو بخش دے گا۔ یاد رکھو، ایمان والے اس کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہوتے۔ پھر توبہ و استغفار کے لیے اپنی یہ سنت بھی واضح کر دی ہے کہ گناہ کے بعد جتنی جلدی ممکن ہو، توبہ کر لینی چاہیے۔ اس لیے کہ اللہ

پر صرف انھی لوگوں کی توبہ کا حق قائم ہوتا ہے جو جذبات سے مغلوب ہو کر کوئی گناہ کر بیٹھتے ہیں، پھر فوراً توبہ کر لیتے ہیں۔ ان لوگوں کی توبہ اللہ کے نزدیک کوئی توبہ نہیں جو زندگی بھر گناہوں میں ڈوبے رہتے ہیں اور جب دیکھتے ہیں کہ موت سر پر آن کھڑی ہوئی ہے تو توبہ کا وظیفہ پڑھنے لگتے ہیں۔

اس میں غور کیجیے تو ان لوگوں کے حال پر اللہ تعالیٰ نے خاموشی اختیار فرمائی ہے جو گناہ کے بعد جلد ہی توبہ کر لینے کی سعادت تو حاصل نہیں کر سکے، لیکن اتنی دیر بھی نہیں کی کہ موت کا وقت آن پہنچا ہو۔ یہی لوگ ہیں جن کے بارے میں شفاعت کی توقع ہو سکتی ہے۔ چنانچہ قرآن نے اس کا اثبات کیا ہے، لیکن اس کے ساتھ ان غلط تصورات کی تردید بھی پوری صراحت سے کر دی ہے جو لوگوں نے شفاعت کے بارے میں قائم کر رکھے ہیں اور جن سے خدا کے عدل اور جزا و سزا کے وجوب کی نفی ہوتی ہے۔

پہلی بات یہ فرمائی ہے کہ شفاعت کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اس کی اجازت کے بغیر کوئی شخص بھی شفاعت نہیں کر سکتا۔ یہاں تک کہ اس کے مقرب فرشتے بھی اپنی طرف سے آگے بڑھ کر کوئی بات نہیں کہہ سکتے۔ اس لیے پہلے خدا کو راضی کرنا ضروری ہے تاکہ شفاعت کا اذن ملے اور وہ قبول بھی ہو جائے۔

”کیا انھوں نے خدا کو چھوڑ کر دوسروں کو شفیع بنا رکھا
 اَمْ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ شُفَعَاءَ، قُلْ: اُولُوْكَ اَكَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْئًا، وَلَا يَعْزِلُوْنَ. قُلْ: لِلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا، لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ. (الزمر: ۳۹-۴۳-۴۴)

طرف لوٹائے جاؤ گے۔“

”اور یہ کہتے ہیں کہ رحمن کے اولاد ہے، سبحان اللہ، وہ تو
 (اُس کے) مقرب بندے ہیں۔ وہ اس کے حضور کبھی
 بڑھ کر نہیں بولتے اور اس کے حکم ہی کی تعمیل کرتے ہیں۔“
 وَقَالُوا: اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا، سُبْحٰنَہٗ، بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ، لَا يَسْبِقُوْنَہٗ بِالْقَوْلِ، وَهُمْ بِاَمْرِہٖ یَعْمَلُوْنَ. (الانبیاء: ۲۱-۲۲-۲۷)

دوسری بات یہ فرمائی ہے کہ اذن الہی کے بعد بھی اسی کے بارے میں زبان کھولنے کی اجازت ہوگی جس کے لیے اللہ پسند فرمائے گا۔ کوئی شخص اپنی مرضی سے کسی کے متعلق کوئی بات نہ کر سکے گا:

”وہ اُن کے آگے اور پیچھے کی ہر چیز سے واقف ہے،
 یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْہُمْ وَمَا خَلْفَہُمْ، وَلَا

يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنْ ارْتَضَىٰ، وَهُمْ مِّنْ خَشِيَّتِهِ مُشْفِقُونَ. (الانبیاء: ۲۸)

اور وہ کسی کی شفاعت نہ کریں گے، سوائے اُس کے جس کے حق میں اللہ راضی ہو، اور وہ اس کے خوف سے ڈرے رہتے ہیں۔“

يَوْمَئِذٍ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ، وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا، يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ، وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا. (طہ: ۲۰-۱۰۹-۱۱۰)

”اُس روز شفاعت نفع نہ دے گی، الا یہ کہ کسی کو رحمن کی اجازت دے اور کسی کے لیے کوئی بات سننا پسند کرے۔ وہ اُن کے آگے اور پیچھے کی ہر چیز سے باخبر ہے اور اُن کا علم اس کا احاطہ نہیں کر سکتا۔“

تیسری بات یہ فرمائی ہے کہ جس کے لیے اللہ پسند فرمائے گا، اس کے متعلق بھی وہی بات کہی جائے گی جو ہر لحاظ سے صحیح ہوگی:

لَا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ، وَقَالَ صَوَابًا. (النبأ: ۷۸-۷۹)

”اُس دن، جب) وہی بولیں گے جنہیں رحمن اجازت دے اور وہ صحیح بات کہیں۔“

شفاعت کے بارے میں یہ قرآن کا نقطہ نظر ہے۔ اس سلسلہ کی روایتوں کو اسی روشنی میں دیکھنا چاہیے اور اس سے کوئی چیز متجاوز نظر آئے تو اسے راویوں کے تصرفات سمجھ کر نظر انداز کر دینا چاہیے۔

ختم نبوت

نبی ہر قوم میں اور صدیوں تک آتے رہے ہیں، لیکن یہ سلسلہ اب ہمیشہ کے لیے ختم ہو چکا ہے۔ اس کی ابتدا آدم علیہ السلام سے ہوئی تھی۔ یہاں تک کہ ذریت ابراہیم کی ایک شاخ بنی اسمعیل میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی اور قرآن نے اعلان کر دیا کہ آپ آخری نبی ہیں۔ آپ کے بعد اب کوئی نبی اور رسول نہیں آئے گا۔ یہ بات اگرچہ انبیاء علیہم السلام کی پیش گوئیوں سے بھی واضح تھی، لیکن قرآن میں اس کے ذکر کا موقع اس وقت پیدا ہوا، جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو زید رضی اللہ عنہ کی مطلقہ سے شادی کرنے کا حکم دیا۔ یہ حکم منہ بولے بیٹوں کے معاملے میں جاہلیت کی ایک رسم کی اصلاح کے لیے دیا گیا تھا۔ چنانچہ فرمایا کہ آپ چونکہ آخری پیغمبر ہیں، اس وجہ سے ضروری تھا کہ آپ ہی کے ذریعے سے اس رسم بد کی اصلاح کی جائے۔ آپ کے بعد اگر کوئی اور نبی آنے والا ہوتا تو ہو سکتا تھا کہ اللہ اس معاملے کو آئندہ کے لیے اٹھا رکھتا۔ لیکن اب کوئی نبی آنے والا نہیں ہے، اس لیے یہ ذمہ داری آپ ہی کو پوری کرنی ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ، وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ، وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ، وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا. (الاحزاب ۳۳: ۴۰)

”محمد تمھارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔“

اس آیت میں لفظ 'خاتم النبیین' استعمال ہوا ہے۔ یہ لفظ 'خاتم' بکسر التاء نہیں، بلکہ 'خاتم' بفتح التاء ہے۔ اس کے معنی عربی زبان میں مہر کے ہیں۔ مہر کسی چیز کو بند کرنے کے لیے ہوتی ہے یا کسی چیز کی تصدیق کے لیے۔ مہر بند کرنا، اور مہر تصدیق ثبت کرنا، یہ دونوں محاورے اسی سے وجود میں آئے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیت میں 'خاتم النبیین'، یعنی نبیوں کی مہر قرار دیا گیا ہے۔ یہ لفظ جس سیاق میں اور جس موقع پر آیا ہے، اس سے واضح ہے کہ یہاں یہ پہلے معنی میں ہے اور آیت کا مدعا یہ ہے کہ آپ کے ذریعے سے سلسلہ نبوت کو مہر بند کر دیا گیا ہے۔ اب کسی نبی یا رسول کے آنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہ وہی مفہوم ہے جسے ہم انگریزی زبان میں Seal of the Prophets کے الفاظ سے ادا کرتے ہیں۔ تاہم کوئی شخص اگر اسے مہر تصدیق ہی کے معنی میں لینے پر اصرار کرتا ہے اور برسبیل تنزل ہم اسے مان لیتے ہیں تو اس کا نتیجہ بھی وہی ہوگا۔ اس صورت میں آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ آپ کی تصدیق کے بغیر کسی شخص کی نبوت نہیں مانی جاسکتی۔ اس میں شبہ نہیں کہ آپ سے پہلے کے نبیوں کو ہم آپ ہی کی تصدیق سے مانتے ہیں، مگر اس کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ اپنے بعد آنے والے کسی نبی کی نہ آپ نے بشارت دی ہے، نہ تصدیق فرمائی ہے۔ بلکہ نہایت واضح اور قطعی الفاظ میں بار بار اعلان کیا ہے کہ آپ آخری نبی ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ہے۔ پھر یہی نہیں، اس سے آگے یہ بات بھی آپ نے واضح کر دی ہے کہ نبوت کا منصب ہی ختم نہیں ہوا، اس کی حقیقت بھی ختم ہوگئی ہے، لہذا اب کسی شخص کے لیے نہ وحی والہام کا امکان ہے اور نہ مخاطبہ و مکاشفہ کا۔ ختم نبوت کے بعد اس طرح کی سب چیزیں ہمیشہ کے لیے ختم کر دی گئی ہیں۔

آپ کے ارشادات درج ذیل ہیں:

۱۔ كانت بنو اسرائيل تسوسهم الانبياء، كلما هلك نبي خلفه نبي، وانه لا نبي بعدى، وسيكون خلفاء. (بخاری، رقم ۳۴۵۵)

”بنی اسرائیل کی قیادت اُن کے نبی کرتے تھے۔ ایک نبی دنیا سے رخصت ہوتا تو دوسرا اس کا جانشین بن جاتا۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا، بلکہ خلفا ہوں گے۔“

۲۔ مثلی و مثل الانبياء من قبلى، كمثل رجل بنى بيتاً، فاحسنه واجمله الاموضع لبنة من زاوية، فجعل الناس

”میری اور مجھ سے پہلے گزرے ہوئے نبیوں کی مثال ایسی ہے، جیسے ایک شخص نے عمارت بنائی، نہایت حسین و جمیل، مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی

يطوفون به، ويعجبون له و يقولون:
هلا وضعت هذه اللبنة؟ قال: فانا
اللبنة، وانا خاتم النبيين.

(بخاری، رقم ۳۵۳۵)

۳۔ لم يبق من النبوة الا المبشرات.
قالوا: وما المبشرات؟ قال: الرؤيا
الصالحة. (بخاری، رقم ۶۹۹۰)

جگہ چھوٹی ہوئی تھی۔ لوگ اس عمارت کے گرد پھرتے
اور اس کی خوبی پر اظہار حیرت کرتے تھے، مگر کہتے تھے
کہ یہ اینٹ بھی کیوں نہ رکھ دی گئی۔ فرمایا کہ وہ اینٹ
میں ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔“

”نبوت میں سے کوئی چیز باقی نہیں رہی، صرف
بشارت دینے والی باتیں رہ گئی ہیں۔ عرض کیا گیا: وہ
بشارت دینے والی باتیں کیا ہیں؟ فرمایا: اچھا خواب۔“
[باقی]

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net